

ادیان کے درمیان گفتگو(اول)

<"xml encoding="UTF-8?">

خلاصہ

وجوہ مشترکہ حاصل کرنے کے لئے ادیان کے درمیان گفتگو کی بحث زمانہ قدیم سے جاری ہے زیر نظر مقالے میں اس بحث کو اسلام کی نقطہ نگاہ سے دیکھا گیا ہے سب سے پہلے اختصار سے گفتگوی ادیان کے معنی اور تاریخ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے بعد اسلام کی نظر میں گفتگو کی ضرورت پر توجہ کی گئی ہے اور قرآنی آیات کے مطابق اجمالاً اس بحث کے فوائد کا ذکر کیا گیا ہے آخر میں چار شرطوں کا ذکر کیا گیا ہے جس کی پابندی کرنا گفتگو کے طرفداروں کے لئے ضروری ہے ۔

مقدمہ :

گفتگو کی تاریخ کا آغاز انسانی تاریخ سے ہوتا ہے 1 زمانہ قدیم سے ادیان کے درمیان گفتگو کا مقصد اپنے عقائد کو صحیح ثابت کرنا اور مخالفین کو شکست دینا تھا لیکن نئے نظریات اور مشترکہ اقدار کے حصول کے لئے گفتگو اور بحث جسے ان دنوں کافی پذیرائی حاصل ہوئی ہے 2 اور ادیان نے اس پر کافی توجہ دینی شروع کی ہے اس کے بارے میں نہیں معلوم یہ عمل کب سے شروع ہوا ہے بڑے ادیان جیسے عیسائیت اور یہودیت کی تاریخ کے مطالعے سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ یہ ادیان صرف خود کو حق اور دوسرے کو باطل قرار دیتے تھے قرآن ان کی اس روش کو اس طرح بیان کرتا ہے "قالت الیہود لیست النصارى علی شیئ وقال النصارى لیست الیہود علی شیئ 4 بقرہ 113 یہود کہتے ہیں کہ کہ نصاری کا مذہب کچھ ٹھیک نہیں اور نصاری کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ ٹھیک نہیں ۔

ظہور اسلام اور اسکی تیز ترقی اور اس کے عالمی مذہب کے طور پر سامنے آنے کے بعد اس طرح کے طرز تفکر اور غیر اصولی روش کو ختم کرنے اور دینی فکر کو رائج کرنے میں مسلمانوں کو اہم کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اسلام نے حصول مشترکات کے لئے دوسرے مذاہب کے ساتھ گفتگو اور بحث و مباحثہ کی شروعات کی اور اس روش کو دینی فکر پیش کرنے کے لئے مناسب اور آزاد و بلا جبر روش قرار دیا ۔

اسلام نے گفتگو اور منطقی بحث پر بہت تاکید کی ہے جبکہ دیگر ادیان آسمانی میں یا ان کی مقدس کتب ،سیرت اور سنت علماء دین میں ایسی کوئی بات دیکھنے کو نہیں ملتی 5 گرچہ بعض ادیان جیسے عیسائیت کو تبلیغ اور نئے پیروں کو خود میں شامل کرنے کا دعوی تھا لیکن اس مذہب نے دوسرے مذاہب کو کبھی یہ حق نہیں دیا ۔

قرآن و گفتگو -

قرآن میں موافق و مخالف کے ساتھ گفتگو کرنے کو ایک پسندیدہ روش قرار دیا گیا ہے اور اس کی بہت سی مثالیں بھی ذکر کی گئی ہیں، قرآن کے مطابق سب سے پہلا گفتگو کرنے والا خود خداوند متعال ہے، اللہ نے مسئلہ خلقت آدم (ع) میں ملائکہ سے گفتگو کی ہے اور ملائکہ نے بھی اپنے نظریات بیان کئے ہیں خدا نے اپنا مدعا پیش کرنے کے لئے حضرت آدم کو ان کے سامنے پیش کیا تاکہ حضرت آدم ملائکہ کو اپنی صلاحیتوں سے آشنا کرسکیں اس طرح خدا نے خلقت آدم کے بارے میں ملائکہ کے اندیشوں کو غلط قرار دیکر ان کی مکمل وضاحت فرمادی 6، خدا نے شیطان سے بھی گفتگو کی جس نے اس کے حکم سے سرپیچی اور بغاوت کی تھی اور اس کو قیامت تک مہلت دی 7 انبیاء نے بھی اپنے مخالفین سے گفتگو کی سب سے زیادہ حضرت نوح (ع) نے اپنی قوم سے گفتگو کی جن کی عمر ساڑھے نو سو سال بتائی جاتی ہے 8 اس بارے میں قرآن میں آیا ہے کہ یانوح قد جادلنا فاکثر جدالنا 9 اے نوح تم نے ہم سے بہت زیادہ بحث و گفتگو کی ہے، حضرت نوح ع نے اپنے بیٹے کے بارے میں خداسے گفتگو کی 10 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے بحث و گفتگو کرنے کے علاوہ قوم لوط کو عذاب سے معاف کرانے کے لئے خداسے گفتگو کی 11 اسی طرح دیگر انبیاء الہی جیسے حضرت صالح، لوط، موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام ---- نے اپنی قوموں سے بحث و گفتگو کی ہے۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے بھی مخالفین و موافقین سے بحث کی ہے ان بحثوں کا ایک اہم حصہ مرحوم شیخ طوسی نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں ذکر کیا ہے انہوں نے کتاب کے مقدمے میں جدال اور اسکی اقسام کی تفصیل بیان کی ہے اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدال احسن کے کہ جن کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے نمونے ذکر کئے ہیں اس کے علاوہ معصومین علیہم السلام کی بحثوں کو جو روایات میں وارد ہوئی ہیں بالترتیب ذکر کیا ہے۔

بہر حال قرآن میں ایسی آیات ہیں جو بحث و گفتگو کو ضروری قرار دیتی ہیں ان میں بعض آیات حسب ذیل ہیں۔
ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنہ و جادلہم بالتی ہی احسن۔ حکمت و پسندیدہ وعظ و نصیحت کے ذریعے اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دو اور اچھے اور بہتر انداز میں ان سے بحث کرو، اس آیت شریفہ میں صراحتاً بیان کیا جا رہا ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری ہے کہ دین خدا کی طرف دعوت دینے اور دین کا دفاع کرنے کے لئے حکمت و موعظہ حسنہ سے کام لیں 13 ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ "ولاتجادلوا اهل الکتاب الا بالتی ہی احسن یعنی اهل کتاب کے ساتھ صرف بہتر طریقے سے گفتگو اور جدال کریں 14۔

اس آیت میں تمام مومنین سے خطاب کیا گیا ہے۔

سورہ آل عمران کی آیت چونسٹھ میں رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ اهل کتاب سے گفتگو کریں اور بحث کا اصلی محور بھی معین کردیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے **قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بینا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشکر بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا بانا مسلمون**"

اے رسول تم اهل کتاب سے کہہ دو کہ تم ایسی ٹھکانے کی بات پرتو آؤ کہ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دیں اور خدا کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا پروردگار نہ بنائے پھر اگر اس سے بھی منہ موڑیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہنا کہ ہم خدا کے

فرمانبردار ہیں ۔

اس آیت میں مندرجہ ذیل نکات پر توجہ کرنا ضروری ہے ۔

1 **قل یا اهل الكتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بینا و بینکم** آیت کے اس حصے میں خدا صریحا حکم دیے رہا ہے کہ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل کتاب کے ساتھ باب گفتگو کھولیں اور گفتگو کا اصل محور توحید ہو جو کہ تمام انبیاء کی تعلیمات میں سرفہرست ہے 15 ۔

2 خدا کے وجود کو ثابت کرنے کی بحث سے گفتگو کا آغاز نہ کریں بلکہ غیر خدا کی پرستش نہ کرنے سے بحث شروع کی جائے اس آیت میں نفی شریک خدا کی بات کی گئی ہے نہ کہ اثبات وجود خدا کی کیونکہ قرآن کریم کی نگاہ میں اثبات وجود خدا اور اس کا حق ہونا فطری امر ہے اور بنیادی طور سے قرآن کی نظر میں انسان (کچھ شریک معاندین کے علاوہ) خدا کی پرستش کے سلسلے میں شک و شبہ کا شکار نہیں ہوتے یہاں تک کہ جب بت پرستوں کی بات ہوتی ہے انہیں بھی خدا شناس بتاتا ہے **وما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی** 17 (بت پرستوں کے حوالے سے بیان ہو رہا ہے کہ) ہم بتوں کی عبادت نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ ہمیں خدا سے قریب کرتے ہیں، ہمیشہ مشکل یہ رہی ہے کہ انسان شرک کو پہچانے میں ناکام رہا ہے انسان گرچہ شرک میں گرفتار ہوتا رہا ہے لیکن اس سے غافل رہا ہے قرآن کے مطابق **ما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون** 18۔ وہ خدا پر ایمان تو نہیں لاتے مگر شرک کئے جاتے ہیں ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے اس بارے میں کہ بنو امیہ کس طرح اسلام کے نام پر عوام پر حکومت کرنے میں کامیاب رہے فرمایا ہے کہ " بنو امیہ نے عوام کے لئے تعلیم ایمان پر پابندی نہیں لگائی تھی بلکہ تعلیم شرک پر پابندی لگادی تھی کیونکہ اگر عوام کو شرک پر مجبور کرتے تو وہ ہرگز اسے قبول نہ کرتے 19 ۔ علامہ مجلسی اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ بنی امیہ ان چیزوں سے عوام کو آگاہ نہیں کرتے تھے جن سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ عوام حقائق کو سمجھ لیتے تو ان کی اور ان جیسوں کی ہرگز پیروی نہ کرتے 20 ۔

3 بحث نفی پرستش غیر خدا میں دو بنیادی نکتے پوشیدہ ہیں جن کے بارے میں گفتگو کرنا لازمی ہے ۔

الف: خدا کا کوئی شریک قرار نہ دیا جائے (ایسا شرک جو تثلیث، یا خدا کے لئے بیٹا قرار دینا، وغیرہ) کیونکہ الوہیت ایسا مقام ہے کہ ہرشیئی ہرجہت سے اسی میں اپنی پناہ تلاش کرتی ہے، اس کے بارے میں حیران ہے اور ذات الوہیت ہی تمام موجودات کے کمالات کا باعث ہے لہذا لازم ہے کہ انسان خدا کی عبادت کرے اور چونکہ وہ واحد معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا ۔

ب: ولایت خذ بعضنا بعضا اربابا، آیت کا یہ ٹکڑا اہل کتاب کی روش کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اتخذو احبارہم و

رہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم 21 ان لوگوں نے تو خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں، اپنے زاہدوں اور مریم کے بیٹے مسیح (ع) کو اپنا پروردگار بنا ڈالا ہے، کیونکہ تمام انسان اپنے تمام ترامتیا زات کے باوجود حقیقت واحدہ یعنی حقیقت انسانی سے تعلق رکھتے ہیں یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ بعض انسان دوسروں پر اپنی ہواے نفسانی مسلط کریں اسی طرح بعض انسانوں کا کسی ایک انسان یا انسانوں کے گروہ کے سامنے سر جھکانا اس طرح سے کہ خاضع انسان برابری کے حقوق سے محروم ہو جائے اور فرد مطاع کے تسلط و تحکم کی وجہ سے اسے "رب" یا پروردگار مان لے اور تمام امور میں اس کی اطاعت کرے یہ سارے امور فطرت و انسانیت کی نفی کرنے والے ہیں -

4 جیسا کہ آپ نے دیکھا اس بحث میں اصول کلی اور امور فطری سے جو کہ تمام ادیان کے درمیان مشترک ہیں گفتگو کی جارہی ہے ان آیات میں اسلام کی طرف (دین خاص) نسبت نہیں دی جارہی ہے - 5 فان تولوا فقولوا اشهدو بانا مسلمون آیت کا یہ حصہ اہل کتاب سے بحث کے اختتام کی روش بیان کر رہا ہے کہ اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں، صداے فطرت کو نہ سنیں کہ جس کو مسترد کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، تمام انبیاء الہی کی دعوت حق کو ٹھکرادیں تو تم یہ اعلان کردو کہ ہم نے حق کے اصول قبول کر لے ہیں اور ان پر کاربند ہیں اور تم اس پر گواہ رہنا (یعنی بغیر کسی جھڑپ اور نظریہ مسلط کئے بغیر ان سے الگ ہو جاؤ) بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر تم ان اصولوں کو قبول نہیں کرتے تو ایسا نہیں ہے کہ ہم انہیں نظر انداز کردیں اور ان پر توجہ نہ کریں بلکہ ہم انبیاء ماسلف کی راہ پر چلنے والے اور دعوت فطرت پر لبیک کہنے والے ہیں اور تم ان امور کو ہمارے اعمال و افعال میں مشاہدہ کرو گے -

ان تمام امور سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اسلام دین کامل و جامع ہونے کے باوجود اہل کتاب کے ساتھ مفاہمت آمیز زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے -

گفتگو کے فائدے

1 دشمنی کا خاتمہ کرنا:

انسانوں کے درمیان دشمنی و اختلافات کا ایک اہم سبب تسلط پسندی و استعمار ہے، اس صورت میں طاقت سے مقابلہ کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہتا احکام جہاد جو دراصل دفاع ہی ہے اسی غرض سے واجب قرار دیا گیا ہے -

دشمنی کے دوسرے اور بھی اسباب ہیں جن میں مذہبی اعتقادی سیاسی اور سماجی اختلافات ہیں ان اختلافات کا سرچشمہ ذاتی نظریات و افکار ہیں، ہر وہ نظریہ جو خود کو برحق جانتا ہے اسے مخالف کے سامنے تعصب و تشدد کا مظاہرہ کرنے کے بجائے منطق و استدلال سے کام لینا چاہیے کیونکہ عقیدہ امر قلبی ہے اور اسے طاقت کے ذریعے نہیں بدلا جاسکتا اور تجربہ سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ برحق امر کو بھی جب طاقت کے بل پر منوانے کی کوشش کی گئی ہے ناکامی ہوئی ہے اور اس کے خلاف رد عمل سامنے آیا ہے، یقیناً منطقی رویے سے دشمنیوں کو دوستی میں بدلا جاسکتا ہے قرآن کریم اس بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ولا تستوی الحسنة ولا السيئة ادفع

بالتی ہی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوة کانہ ولی حمیم 23 بھلائی اور برائی کبھی برابر نہیں ہوسکتی تو سخت کلامی کا ایسے طریقے سے جواب دو جو نہایت اچھا ہو تو تم دیکھو گے کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا دلسوز دوست تھا

آیت میں لفظ احسن استعمال کیا گیا ہے جس کی روسے مومنین پر واجب ہے کہ وہ اچھی تعبیریں استعمال کریں اور خندہ پیشانی سے مد مقابل سے پیش آئیں اسی طرح نازیبا اور اشتعال انگیز الفاظ سے پرہیز کریں تاکہ مدمقابل کو محبت کا احساس دلا سکیں یقیناً یہ روش مد مقابل کو متاثر کرے گی ۔

اسلام نے گفتگو کا دروازہ کھول کر تاریخ میں پیدا ہونے والی دشمنیوں کو جو ایک دوسرے پر باطل عقائد کے الزامات لگانے کی وجہ سے وجود میں آئی تھیں اور جن کی وجہ سے خونریز اور تباہ کن جنگیں ہوئی تھیں ختم کرنے کا راستہ صاف کر دیا ہے گرچہ حکومتوں نے عوام پر تسلط جمانے کے لئے دینی نظریات سے غلط فائدہ اٹھایا ہے ۔

2 ہدایت کے اسباب فراہم کرنا

حق تک پہنچنا ، کج فہمی اور انحرافات سے نجات پر انسان کی آرزو ہے ان اہداف کے حصول کے لئے بعض اصولوں کی پابندی ضروری ہے ان میں ایک اہم ترین اصول حق پسندی کا جذبہ پیدا کرنا ہے انسان اسی وقت حق تک رسائی حاصل کرسکتا ہے جب وہ بغیر کسی تعصب ، پہلے سے فیصلہ کے بغیر ، دیگر افکار و نظریات کا مقابلہ کرے اور ان کی تمام دلیلوں کا غور سے جائزہ لے تاکہ ان میں سے سب سے اچھی اور متقن دلیل کو قبول کرسکے ، اگر خاص ذہنیت اور فیصلے کے ساتھ مخالف نظریے کا سامنا کریے گا تو اس کے درست یا نادرست ہونے کے بارے میں صحیح فیصلہ نہیں کرپائے گا اور نہ حق تک پہنچنے کے اپنے مقصد ہی کو حاصل کرپائے گا قرآن کریم اس سلسلے میں فرماتا ہے **فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداهم اللہ و اولئک ھم اولوالالباب** اور تم میرے بندوں کو خوش خبری دیدو جو بات کو جی لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ وہ ہیں جن کی خدانے ہدایت کی ہے اور یہی عقل مند ہیں ۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدانے اس آیت میں غور و فکر کرنے والوں کو بشارت دی ہے 25 اور یہ بشارت مومنین سے مخصوص نہیں ہے ۔

علامہ طباطبائی نے اس آیت سے دو طرح کی ہدایت کے معنی اخذ کئے ہیں ایک ہدایت اجمالی ہے دوسری ہدایت تفصیلی ہے ، انہوں نے ہدایت اجمالی کو حق پسندی کے جذبہ سے تعبیر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ جذبہ ہدایت تفصیلی پر منتج ہوسکتا ہے جو کہ تمام معارف الہی کو سمجھنا ہے 26 ۔

گفتگو کے لئے ضروری شرطیں

گفتگو کے طرفداروں کو بعض اصولوں کو قبول کرنا ہوگا یہ اصول حسب ذیل ہیں ۔

حکماء و فلاسفہ کے نزدیک انسان کی صفت نطق اسے دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے ،ان کی مراد انسان کی غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہے جس کا وہ اپنی زبان کے ذریعے اظہار کرتا ہے تاہم انسانوں کے درمیان ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو اس ذاتی صفت کے برخلاف تعقل و تدبر کو کوئی اہمیت نہیں دیتے قرآن نے اس گروہ کو جانوروں سے بدتر اور انسانوں کے زمرے سے خارج قرار دیا ہے ارشاد ہوتا ہے "ان شرالدواب عنداللہ الصم البکم الذین لا یعقلون 27" بے شک زمین پر چلنے والے تمام حیوانات سے بدتر خدا کے نزدیک وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے ۔

ظاہر ہے کہ ہم ان لوگوں سے مخاطب نہیں ہیں کیونکہ یہ بحث و گفتگو نہیں کرسکتے ۔ ہمارے دینی منابع میں مختلف جہات سے علم پر تاکید کی گئی ہے ان امور پر ذیل میں اشارہ کیا گیا ہے ۔ علم حاصل کرنا دیگر واجبات کی طرح واجب ہے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة ،ہرمسلمان فرد مرد یا عورت پر علم حاصل کرنا واجب ہے 28 ۔

2 کسی خاص زمانے تک محدود نہیں ہے ۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ اطلبوا العلم من المهد الی اللحد ،یعنی زگہورہ تاگور دانش بجوئی ۔

3 کسی خاص مکان تک محدود نہیں ہے جہاں بھی علم حاصل ہوسکتا ہے اسے حاصل کرنا چاہیے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اطلبوا العلم ولو بالصین ۔علم حاصل کرو گرچہ تمہیں چین جانا پڑے ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ "لو یعلم الناس مافی طلب العلم لطلبوه ولوبسفک المہج وخوض اللجج 30" یعنی اگر لوگ یہ جانتے کہ علم حاصل کرنے میں کتنے فائدے ہیں تو حصول علم میں لگ جاتے گرچہ انہیں اس راہ میں خون بہانا پڑتا یا سمندروں میں سفر کرنا پڑتا۔

4 کسی خاص شخص یا گروہ سے حاصل کرنے (سیکھنے) میں منحصر نہیں ہے ۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ الحکمة ضالة المومن فحيثما وجد احدکم ضالته فليأخذها 31 حکمت مومن کی گمشدہ شیئی ہے جہاں بھی اسے پاتا ہے حاصل کرلیتا ہے ۔

دیگر روایات میں ولوعندالمشرک یا ولو من اهل النفاق کا لفظ استعمال ہوا ہے یعنی گرچہ وہ حکمت مشرک یا منافق کے پاس ہو مومن اسے حاصل کرلیتا ہے ،یہاں تک کہ امام علیہ السلام سے یہ تعبیر بھی وارد ہوئی ہے کہ حق کو اہل باطل سے بھی قبول کرلیں لیکن باطل کو گرچہ اہل حق سے بوقبول نہ کریں اس کے بعد حضرت ذیل حدیث میں فرماتے ہیں کہ خود سخن شناس بنیں 33 یعنی جس چیزکی اہمیت ہے وہ کلام ہے نہ متکلم ۔

ائمہ معصومین علیہم السلام نے جہل و نادانی کی مذمت میں نہایت اہم نکات بیان فرمائے ہیں ۔

1 نادانی خواری و ذلت کی باعث ہے ۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اذا رذل الله عبدا حضر عليه العلم" 33 اگر خدا کسی بندے کو ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے تو اسے نعمت علم سے محروم کر دیتا ہے ۔

مولائ کائنات حضرت علی علیہ السلام بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "واستخفتم الجاهلیۃ الجہلاء، جس وقت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو ان کی جہالت نے ذلیل و خوار کر رکھا تھا۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جب کسی قوم کی زندگی علمی اصولوں پر استوار ہوتی ہے اور اس کی زندگی کے تمام شعبوں میں علمی قوانین حکم فرماہوتے ہیں وہ ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے لیکن جس قوم میں علم کا فقدان ہوتاہے وہ زندگی کی ہر ضرورت کے لئے دوسروں کی محتاج ہوتی ہے ۔

2 نادانی و جہل شریکوں کے تسلط کا باعث ہے ۔

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو تین گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں ۔

- 1 وہ اہل علم و دانا لوگ جو خدا شناس بھی ہیں۔
- 2 وہ معلم جو راہ سعادت میں کوشاں ہے ۔
- 3 اور ایسے پست لوگ جو ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہیں اور ہر آواز کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اور ہوا کے ہرجھونکے کے ساتھ بہنے لگتے ہیں، نہ انہیں علم و دانش کی روشنی سے کوئی فروغ حاصل ہوا ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی مستحکم پناہگاہ کی راہ پکڑی ہے 35، یہ تیسرا گروہ نہ عالم ہے اور نہ حصول علم کی کوشش میں رہتا ہے بلکہ ہر منحرف و گمراہ کے پیچھے جاسکتا ہے ۔

بہر صورت خدا نے مومنین کو مکلف کیا ہے کہ وہ جس چیز کے بارے میں نہیں جانتے اس پر اصرار نہ کریں اور اس کی پیروی نہ کریں، ارشاد ہوتاہے لاتقف مالیس لک بہ علم ان السمع و البصر والفواکل اولائک کان عنہ مسئلاً 36 اس چیز کی پیروی نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں ہے کیونکہ کان آنکھوں اور دل کے بارے میں سوال کیا جائے گا ۔

اصول کافی میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "لو ان العباد اذا جہلوا وقفوا ولم یجحدوا، لم یکفروا" 37 یعنی اگر عوام جہل و نادانی کی صورت میں عمل نہ کریں اور انکار نہ کریں تو کافر نہیں ہونگے